

واقعہ ۹/۱۱ کے پاکستانی معیشت پر اثرات اور اسلامی تعلیمات _____ تجزیاتی مطالعہ *The Impact of 9/11 on Pakistan Economy and Teachings of Islam: An Analytical Study*

* ڈاکٹر سعدیہ گلزار

** ڈاکٹر ممتاز احمد سالک

Abstract:

After the Incident of 9/11 Pakistan decided to become the ally of America and play an important role in fighting terrorism on both domestic and global fronts. This war has destroyed the peace of Pakistan and has affected the Economy of Pakistan desperately. The decision of Pakistani government to fight the so called war on terror with America only to get the financial and political support of America was clearly against the teachings of Islam. However, Pakistan did receive financial benefits in this war. The important development in the wake of 9/11 is that Pakistan became the biggest beneficiary of US economic aid in the South Asian region. Despite the GDP growth, foreign aid, foreign investment, better record of foreign exchange reserve, worker remittances and debt rescheduling Pakistan's economy did not show the desired results. The change in the Pakistan's economy during this period is not sustainable in economic term. Due to the war on terror law and order situation has become worst. At present Pakistan is facing most unique, difficult and gruesome faces of terrorism. In this situation fiscal policy in Islamic perspective is prerequisite for the peace and economic development of Pakistan.

۹/۱۱ کا واقعہ پاکستان کی تاریخ میں اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد امریکہ کے مطالبہ پر پاکستان امریکہ کا اتحادی بنا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ساتھ دینے کا آغاز سابق صدر پرویز مشرف کے دور حکومت سے کیا گیا۔ جب انھوں نے نومبر ۱۹۹۹ء میں اقتدار سنبھالا تو میاں محمد

* لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

** صدر شعبہ (Islamic Thought & Civilization)، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

نواز شریف حکومت کے اختتامی دور میں ایٹمی دھماکوں کی وجہ سے پاکستان پر معاشی پابندیاں عائد ہو چکی تھیں۔ سید مبشر علی اور فیصل باری کے نزدیک ۹۰ کی دہائی کے آخر میں بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں پاکستان نے بین الاقوامی سطح پر بہت زیادہ دباؤ ہونے کے باوجود اپنے ایٹمی تجربات کیے جس کا جواب بین الاقوامی سطح پر پابندیوں کی صورت میں دیا گیا۔ اقتصادی صورتحال پہلے ہی بحران کا شکار تھی اور بین الاقوامی قرضوں کی بھی بھرمار تھی۔ معاشی پابندیوں کی وجہ سے پاکستان بین الاقوامی سطح پر دیوالیہ پن کے دہانے پر پہنچ گیا۔ اگرچہ کافی ممالک کی طرف سے پابندیاں صرف چند ایک شعبوں میں لگائی گئی تھیں مگر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے بھی پاکستان سے اپنے لین دین ختم کر لیے۔ پاکستان کو شدید معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بینکوں میں موجود رقم چند سو ملین ڈالر تک رہ گئی۔ درآمدات پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ بیرونی کرنسی کے اکاؤنٹ منجمد کر دیے گئے۔ رقم صرف پاکستانی کرنسی میں نکلوائی جاسکتی تھی اور بیرونی بینکوں کے ساتھ لین دین کو بھی مشکل بنا دیا گیا۔ بیرونی کرنسی کے اکاؤنٹ کو منجمد کرنے سے سرمایہ کاروں کے اعتماد میں کمی آئی، بیرونی امداد اور قرضوں پر پابندیوں سے ترقیاتی پروگراموں کو جاری نہ رکھا جاسکا۔ غرض وزیراعظم میاں محمد نواز شریف حکومت کے دوسرے دور کے اختتام تک پاکستان دیوالیہ ہونے کے قریب تھا۔ معاشی صورتحال میں بہتری صدر پرویز مشرف کی حکومت کی اولین ترجیح تھی۔ آغاز حکومت میں صدر پرویز مشرف کا اہم مقصد بنیادی اصلاحات متعارف کروانا تھا۔ ان کے نزدیک بنیادی معاشی اصلاحات کلیاتی اقتصادی استحکام کے لیے ناگزیر تھیں کیونکہ معیاری طرز حکومت کے لیے بنیادی اصلاحات کا نفاذ ضروری تھا۔ ۹/۱۱ کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے پر پاکستان کو معاشی فوائد دیے گئے۔ ان فوائد کا پاکستانی معیشت پر اثرات کا ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

۱. بیرونی قرضوں اور امداد پر اثرات:

دہشت گردی کی خلاف جنگ میں حصہ لینے سے پاکستان پر عائد معاشی پابندیاں ہٹالی گئیں۔ قرضے فراہم کیے گئے جن میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے قرضے بھی شامل تھے۔ پرانے قرضوں کا دورانیہ بڑھادیا گیا۔ دفاعی سازوسامان کی فراہمی کی گئی اور مختلف مالیاتی امداد اور پیکیج دیے گئے۔ ۹/۱۱ سے پہلے جنوبی ایشیاء امریکہ سے امداد حاصل کرنے والا چھوٹا خطہ تھا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے بعد جنوبی ایشیاء انسانی فلاح و بہبود کی ترقی اور معاشی امداد حاصل کرنے والا بڑا اور مشرق وسطیٰ کے بعد دوسرا بڑا ملٹری امداد سے مستفید ہونے والا خطہ بن گیا۔ پاکستان کو بظاہر ایک اور معاشی فائدہ قرضوں

کے ری شیڈول ہونے کی صورت میں دیا گیا۔ Richard Boucher کے مطابق ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ نے پاکستان کے ساتھ معاہدہ پر دستخط کیے جس میں ۷۵۳ ملین ڈالر کا دو طرفہ قرض ری شیڈول کیا گیا اور قرضوں کی ادائیگی کو ۲۰ سالوں سے زائد عرصہ میں پھیلا دیا گیا۔^۳ امریکہ نے آئی ایم ایف سے مزید نئے قرضے حاصل کرنے کی بھی حمایت کی۔ پیرس کلب نے بیرونی قرضے دوبارہ ترتیب دیئے۔ قرضے واپس کرنے کی مدت اڑتیس سال کر دی گئی جس میں پندرہ سال کا وقفہ بھی تھا۔^۴ پہلا قرضوں کی ری شیڈول کا معاہدہ جنوری ۱۹۹۹ء اور دوسرے معاہدے پر جنوری ۲۰۰۱ء میں دستخط ہوئے۔ پہلے دو قرضوں کی ری شیڈول سے پاکستان کو فائدہ نہیں ہوا تاہم تیسراری شیڈول کا معاہدہ پیرس کلب کے ساتھ دسمبر ۲۰۰۱ء میں ہوا جس میں پاکستان کو خصوصی مراعات دی گئیں۔ اس معاہدے میں پاکستان کو دو طرفہ قرضوں میں سٹاک ٹریڈمنٹ دیا گیا۔ پیرس کلب کا یہ فائدہ صرف انتہائی مقروض غریب ملک (Highly Indebted Poor Countries (HIPC)) تک محدود ہے۔ انتہائی غریب ممالک کے علاوہ پاکستان پیرس کلب کی خصوصی مراعات سے فائدہ اٹھانے والا مصر، پولینڈ اور یوگوسلاویہ کے بعد چوتھا ملک بن گیا۔^۵ اس سے قرضوں کی ادائیگی میں جو فائدہ ہوا وہ محض تبدیلی تھی، کیونکہ بہت معمولی سے قرضے پیرس کلب کی طرف سے معاف کیے گئے۔ پاکستان کو قرض ادا کرنے کی مدت میں اضافہ کیا گیا جس سے پاکستانی معیشت کو عارضی طور پر ریلیف ملا۔

گویا ری شیڈول قرضوں کا پاکستان کو قلیل عرصے میں فائدہ ہوا جبکہ آنے والے سالوں میں اس کا نتیجہ قرضوں کے بوجھ میں اضافہ کی صورت میں سامنے آیا۔ ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد امریکہ پاکستان کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کر رہا تھا اور ایسی صورتحال میں پاکستان کو چاہیے تھا کہ فائدہ اٹھاتا اور قرضوں کی سودی قسطوں کو معاف کروالیتا تاکہ پاکستان کو کم از کم سودی قسطوں سے چھٹکارا مل جاتا۔ لیکن ری شیڈول کی پالیسی سے مستقبل میں قرضوں کے واجبات میں اضافہ کی صورت میں نقصان اٹھانا پڑا۔ اسٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق مالی سال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء میں بیرونی قرضے ۵۰۷۵ بلین روپے تھے جو کہ جی ڈی پی کے ۴۸.۴ فیصد تھے۔^۱ ملک کے واجب الادا غیر ملکی قرضہ جات و واجبات آخر جون ۲۰۰۸ء تک ۴۶۳.۳۷ ارب ملین ڈالر ہو گئے تھے جو آخر جون ۲۰۰۷ء کے مقابلے میں ۸۵.۸ ارب امریکی ڈالر اضافے کو ظاہر کرتے ہیں۔^۲ مالی سال ۲۰۱۲ء میں پاکستان کے کل قرضے اور واجبات ۵۸۷.۵۸ بلین روپے ہو چکے تھے جو کہ جی ڈی پی کے ۶۱.۷ فیصد تھے۔ حکومتی ملکی قرضے ۶۳۸.۳۸ بلین روپے جو کہ جی ڈی پی کا ۳۷ فیصد تھے جبکہ غیر ملکی قرضے ۳۶۲.۵۵ بلین روپے تھے جو کہ جی ڈی پی کا ۲۱ فیصد تھے۔^۳

مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کو عارضی ریلیف ملا۔ جس کا نقصان مستقبل میں قرضوں کے واجبات میں اضافہ کی صورت میں ادا کرنا پڑا۔ بیرونی امداد اور قرضوں پر انحصار کی وجہ سے پاکستانی معیشت اpanچ ہو کر رہ گئی۔ پاکستان کے لیے قرض کی اصل رقم ادا کرنا تو الگ رہا قرضوں پر عائد شرح سود کی ادائیگی دشوار ہو گئی ہے۔ مہلت ملنے کے ساتھ شرح سود میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان پر قرضوں کے واجبات میں مسلسل اضافہ ہونے کی وجہ سے ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدن کا زیادہ تر حصہ بھی قرضوں کی سودی اقساط کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں معروف پاکستانی ماہر اقتصادیات عشرت حسین لکھتے ہیں کہ پاکستان میں ہر سال ٹیکس وصولیوں کا ۲/۳ قرض کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ عوام کو سماجی اور دیگر سہولیات کی فراہمی کے لئے بہت کم بچتا ہے۔ دنیا میں آنے والا ہر پاکستانی بچہ بھی سودی قرضوں کا مقروض ہے۔ ان قرضوں اور امداد کے عوض میں پاکستانی سالمیت کو داؤ پر لگایا جا چکا ہے۔ نیز ان قرضوں کا زیادہ تر حصہ حکمرانوں کے بینک بیلنس میں اضافہ کا ذریعہ بنا۔ صدر پرویز مشرف نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے خلاف حصہ لے کر عالمی اداروں اور ممالک سے سود پر مبنی قرضے سمیٹے صد ر اور ان کے وزیروں نے اپنے خزانے بھرے اور ان کا سرکاری سطح پر ریکارڈ نہ رکھا گیا۔ شاہد الرحمن نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ صدر پرویز مشرف کے دور میں لیے گئے تمام قرضوں کا صحیح ریکارڈ سرکاری سطح پر نہیں رکھا گیا۔ مالی سال ۲۰۰۲ء کے بجٹ سے پہلے کانفرنس میں شوکت عزیز سے جب مذکورہ مصنف نے سوال کیا کہ کیا حکومت ان تمام قرضوں کی تفصیلات پیش کر سکتی ہے جو اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لیے اور واپس کیے گئے؟ اس پر سیکٹری جنرل مالیات معین افضل سے مشورہ کرنے کے بعد وزیراعظم نے جواب دیا کہ بیرونی قرضوں کے بارے میں ایک علیحدہ بریفنگ دی جائے گی جو کہ ان کے دور میں کبھی منعقد نہیں کروائی گئی۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں چند ڈالروں کی خاطر پاکستان کا امریکہ کا اتحادی بننا اسلامی تعلیمات کے خلاف طرز عمل تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح بیان آتا ہے کہ کفار اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے مالی وسائل استعمال میں لاتے ہیں لیکن وہ غالب نہیں ہوں گے بلکہ مغلوب ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً
ثُمَّ يَغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ
الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ^{۱۱}

بیشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لیے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ مال ان

کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے۔ پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے، پس ان سب کو ایک اکٹھا ڈھیر کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے یہ ہی لوگ پورے خسارے میں ہیں۔

یہ آیت قرآنی عصر حاضر کی عکاسی کرتی ہے۔ کفار خسارہ پانے والے لوگ ہیں ان کا ساتھ دینے والے بھی خسارین میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف پاکستان نے امریکہ کا ساتھ دیا نتیجتاً آج ہماری قوم انتشار اور معاشی بد حالی کا شکار ہے۔ اس کی اہم وجہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے کہ ((وَلِّينَ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ - اِنَّكَ اِذَا لَّيْنْتَ الظَّالِمِينَ))^{۱۲} ترجمہ: اور اگر آپ باوجودیکہ، آپ کے پاس علم آچکا پھر ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے رسول بھی وحی آنے کے بعد اللہ کا حکم نہ مانے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس واضح حکم کی موجودگی میں امریکہ کا اتحادی بننا شرعی طور پر سراسر ناجائز تھا۔ رہی بات سودی قرضوں کی تو اسلام میں تو سود کی قطعی حرمت ثابت ہے۔ ملک اور عوام کے نام پر لیے جانے والی امداد کا بہت کم حصہ عوام اور ملک کی ترقیاتی پالیسیوں پر خرچ کیا گیا۔ زیادہ تر قرضے اور امداد امریکہ کی جنگ کی نذر ہوئے، مالی سال ۱۰-۲۰۰۹ء کی بجٹ تقریر کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پاکستان کو ۳۵ ارب ڈالر سے زیادہ معاشی قیمت چکانی پڑی۔^{۱۳}

پاکستان کے لیے معاشی بحران سے نکلنے کے لیے متعدد اور راستے تھے جیسا کہ پاکستان کو ایٹمی طاقت بننے کی وجہ سے مسلم دنیا میں اہم مقام حاصل ہوا تھا۔ پاکستان مسلم ممالک کی مدد سے مشکل معاشی صورتحال سے نکل سکتا تھا۔ ایٹمی طاقت بننے کے بعد مسلم ممالک سے پاکستان کو امداد حاصل ہو سکتی تھی اور پاکستانی معیشت کو دیوالیہ ہونے سے بچایا جاسکتا تھا۔ دوسری طرف پاکستان دباؤ میں آکر امریکہ کا اتحادی بننے کی بجائے بطور ثالث اپنی خدمات پیش کر سکتا تھا۔ لیکن افسوس پاکستان نے بیرونی امداد کے عوض پاکستان کی سالمیت کو داؤ پر لگانے کا سودا کیا۔ جزل حمید گل نے متعدد بار یہ رائے دی کہ اگر پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں تو پاکستان قرضوں کی سودی قسطیں دینے سے انکار کر دیتا۔ اس سے پاکستان کو نہ صرف سودی قرضوں سے نجات مل جاتی بلکہ پاکستان خود انحصاری کے لیے بھی کاوشیں کر

سکتا تھا اور اپنے وسائل پر ترقی کے لیے ٹھوس پالیسی ترتیب دیتا۔ پاکستان پر معاشی پابندیاں یورپی ممالک کی طرف سے عائد کی گئیں تھیں جبکہ مسلم ممالک کی طرف سے معاشی پابندیاں عائد نہیں کی گئیں تھیں، اس صورتحال میں پاکستان کو چاہیے یہ تھا کہ مسلم ممالک کے ساتھ دفاع، تجارت اور سرمایہ کاری کو پروان چڑھاتا۔ بددیانت حکمران جنہوں نے پاکستان کے خزانے کی دولت کو سمیٹ کر غیر ملکی بینک بھر دیے ہیں۔ ان کا احتساب کیا جاتا، سرمایہ واپس لیا جاتا اور پاکستانی خزانے میں منتقل کیا جاتا تو پاکستان دیوالیہ ہونے سے بچ سکتا تھا۔ اس کے بعد پاکستان کی ترقی کے لیے جامع پالیسی وضع کی جاتی۔ ماہرین اقتصادیات کا موقف تھا کہ پاکستان کو اس امداد سے زیادہ امریکہ کے ساتھ تجارت کی ضرورت تھی۔ اگر پاکستان کو ٹیکسٹائل اور اس سے متعلقہ اشیاء کی امریکی مارکیٹ تک رسائی کی اجازت دے دی جاتی اور ڈیوٹی فری سہولت تو اس سے پاکستان کو اس نئی امداد کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ نیز پاکستان کا زر مبادلہ کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا تھا۔

عصر حاضر میں پاکستانی معیشت کی بحالی اور بیرونی قرضوں سے نجات کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

- کرپٹ اور نااہل حکمرانوں کی بجائے دیانت دار اور قوم کے ساتھ مخلص حکمران کا انتخاب کرنا چاہیے جو معیشت کی بحالی کے لیے اسلامی اصولوں پر مبنی مربوط، ٹھوس اور موثر پالیسی تشکیل دینے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ وزارت خزانہ کے لیے ایسے شخص کا تعین ہونا چاہیے جو معاشی علوم میں ماہر اور دیانت دار ہو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان میں وزیر خزانہ کے مطلوبہ اوصاف کی طرف اشارہ ملتا ہے (قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ) "فرمایا مجھے وزیر خزانہ بنا دیجیے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں۔
- مالی وسائل کی کمی عالمی سودی قرضوں کی بجائے مسلم ممالک سے بلا سود قرضوں کے ذریعے پوری کی جائے۔ ترقیاتی منصوبوں کے لیے عالمی قرضوں کی بجائے بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کو ترجیح دی جائے۔ یہ منصوبے مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر مکمل کیے جائیں اور جب آمدن آنا شروع ہو جائے تو اس میں سے طے شدہ معاہدے کے مطابق منافع ادا کیا جائے۔

۲. سرمایہ کاری پر اثرات:

یہ درست ہے کہ ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد بیرونی امداد اور قرضوں کی ترسیل میں اضافہ ہوا اور ان کو کچھ حصہ مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے بھی صرف کیا گیا۔ ملکی تاریخ میں مالی سال ۲۰۰۰ء اور اس کے بعد میں اشیاء سازی اور تعمیرات کے شعبے کی شرح نمو میں اضافہ ہوا۔ اس دور میں اشیاء سازی کی بلند ترین شرح نمو مالی سال ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۵ء میں بالترتیب ۱۴ء فیصد اور ۱۵ء فیصد رہی۔ اس عرصہ قلیل میں ترقی کی ایک اہم وجہ بیرونی امداد اور قرضوں کا اضافہ اور ان کا چند شعبوں میں استعمال تھا۔ یہ شرح نمو بھی مستقل نہیں تھی بعد میں آنے والے سالوں میں شرح نمو میں کمی کیونکہ مالیاتی پالیسیوں میں حقیقی تبدیلی نہیں آئی یہ محض عارضی تبدیلی تھی مثلاً مالی سال ۲۰۰۵-۰۶ء کے بعد کے سالوں میں اشیاء سازی کی شرح نمو میں کمی آئی۔ مالی سال ۲۰۰۶ء میں ۸ء فیصد مالی سال ۲۰۰۸ء میں ۴ء فیصد اور مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۲ء فیصد ہو چکی تھی۔ شرح نمو میں کمی چند اہم وجوہ کی بناء پر ہوئی۔ مثلاً جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننے کی وجہ سے ملکی امن وامان کی صورتحال غیر یقینی ہو گئی۔ ملکی سرمایہ کاروں اور بیرونی سرمایہ کاروں کی سرمایہ کاری میں کمی ہوئی۔ عالمی سطح پر خام مال کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے صنعتی شعبے کی سرمایہ کاری متاثر ہوئی۔ توانائی کے بحران کی وجہ سے صنعتوں کی استعداد کار متاثر ہوئی۔

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے سرمایہ کاری میں اضافہ بالخصوص براہ راست بیرونی سرمایہ کاری انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ دہشت گردی میں امریکہ کا ساتھ دینے کی ایک مضبوط معاشی دلیل یہ دی گئی کہ اس سے پاکستانی معیشت کو فائدہ پہنچا اور براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری زیادہ تر گیس اور پیداوار کے شعبے میں ہوتی تھی لیکن مالی سال ۲۰۰۳ء سے مالی سال ۲۰۰۸ء کے دوران مواصلات اور مالیات کے شعبے میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ تاہم اس عرصے کے دوران اشیاء سازی میں براہ راست کم بیرونی سرمایہ کاری کی گئی۔ حالانکہ اس شعبے میں سرمایہ کاری سے ملک کی پیداواری استعداد میں اضافہ ممکن تھا۔ پاکستان میں دیگر شعبوں میں براہ راست سرمایہ کاری مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہوتی ہے۔

	Fy04	Fy05	Fy06	Fy07	Fy08
I.Manufaturing	17.9	16.8	7.1	18.8	11.9
1.Transport equipment	0.3	2.2	0.9	1.0	2.2
2.Cement	0.2	0.9	1.1	0.7	2.0
3.Chemical	1.6	3.3	1.8	0.9	1.5
4.Textiles	3.7	2.6	1.3	1.2	0.6
5.Others	12.0	7.9	2.0	15.1	5.6
II.Non.manufacturing	82.1	83.2	92.9	81.2	88.1
A.Extractive Industries	21.4	12.8	9.2	11.2	13.2
1.Oil & Gas explorations	21.3	12.7	8.9	10.6	12.3
2.Others	0.1	0.1	0.3	0.6	0.8
B.Others Services	60.6	70.4	83.7	69.9	75.0
1.Communications	23.4	34.0	55.0	37.0	31.5
A)Telecommunications	21.8	32.4	54.1	35.6	27.9
B) Information Technology	1.4	1.5	0.9	1.4	3.5
2.Financial Business	25.5	17.7	9.3	18.2	31.2
3.Trade	3.8	3.4	3.4	3.4	3.4
4.Construction	3.4	2.8	2.5	3.1	1.7
5.Transport	0.9	0.7	0.5	0.6	1.4
6.Power	-1.5	4.8	9.1	3.8	1.4
7.Others	5.2	7.0	3.8	3.9	4.3

Sector Wise Share in FDI(%)

(State Bank of Pakistan,Annual Report 2007-08,p.127)

جدول کے مطابق مواصلات اور مالیات میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا جب کہ دیگر شعبوں میں سرمایہ کاری میں کمی آئی۔ یہ درست ہے کہ اس دور میں ٹیلی کام کے شعبے میں ترقی ہوئی اور روزگار کے مواقع میں بھی اضافہ ہوا لیکن پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے پیداواری شعبوں میں سرمایہ کاری ضروری تھی۔ ٹیکسٹائل کے شعبے میں بہت کم سرمایہ کاری ہوئی حالانکہ ۹/۱۱ کی جنگ میں شامل ہونے پر امریکہ نے جن شعبوں کو خصوصی مراعات دینے کی ترغیب دی تھی ان میں ٹیکسٹائل سے سیکٹر* بھی شامل تھا۔ اس کے باوجود پاکستان اس شعبے میں پیچھے رہا۔ تاہم مالی سال ۲۰۰۷ء اور ۲۰۰۸ء میں سینٹ کے شعبہ میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا جس سے اس شعبہ کی پیداواری صلاحیت اور برآمدات میں اضافہ ہوا۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں براہ راست بیرونی سرمایہ

کاری میں اضافہ ہوا، لیکن زیادہ تر سرمایہ کاری ٹیلی کمیونیکیشن اور مالیات میں کی گئی۔ پیداواری شعبوں میں سرمایہ کاری بہت کم رہی حالانکہ پیداواری شعبوں میں براہ راست سرمایہ کاری میں اضافہ وقت کی ضرورت تھی۔ یہ درست ہے کہ معیشت میں گرم بازاری رہی۔ سٹاک ایکسچینج کے انڈکس میں گرمی رہی۔ اشیاء سازی کی صنعتوں میں بھی اضافہ ہوا۔ تاہم یہ نمو قلیل عرصے کے لیے تھی۔ معاشی شعبوں میں محض تبدیلی لائی گئی اور اہم شعبوں کی ترقی مستقل بنیادوں پر نہیں تھی۔ چاہیے یہ تھا کہ ٹھوس اقتصادی مالیاتی پالیسیاں تشکیل دی جاتیں تاکہ ملک طویل عرصہ تک ان پالیسیوں کے ثمر سے مستفید ہو سکتا، تاہم ایسا نہیں کیا گیا۔ صدر پرویز مشرف کے دور حکومت کے بعد جمہوری دور میں پاکستان میں سیاسی عدم استحکام، کاروبار کے لیے ناسازگار ماحول، توانائی کے بحران، بد امنی، انتہائی کرپشن اور معیشت کے مخدوش ہونے کی وجہ سے امریکہ، یورپی یونین اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے پاکستان میں براہ راست سرمایہ کاری میں کمی آئی۔

صدر پرویز مشرف کے دور میں بیرونی قرضوں اور امداد کی شرائط کے تحت شعبہ صنعت میں نجکاری کی پالیسی کو فروغ دیا گیا۔ صنعتی یونٹ اوانے پونے داموں فروخت کیے گئے۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں نجکاری کا عمل تیز رہا اور بہت سے اداروں کی نجکاری کی گئی۔ یہ عمل بعد میں آنے والی جمہوری حکومت کے دور میں بھی جاری رہا۔ پورے جنوبی ایشیاء، سنٹرل ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کی نسبت پاکستان میں نجکاری کا پروگرام کامیاب رہا۔ ۹ بلین امریکن ڈالر کے عوض تقریباً ۱۶ اداروں کی نجکاری کے سودے کیے گئے۔ سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کی دور میں نجکاری کا عمل سست روی کا شکار رہا۔ اس کی اہم وجوہات میں سے مالی سال ۲۰۰۸ء کا عالمی بحران اور ملکی امن وامان کی صورتحال تھی جس کی وجہ سے سرمایہ کاروں کی سرمایہ کاری میں عدم دلچسپی رہی۔^{۱۲} نجکاری کی پالیسی سے پاکستانی صنعت کو نقصان پہنچا۔ اس بارے میں شاہد حسن صدیقی کا موقف ہے کہ ان ساختی تبدیلیوں کے نتائج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ نجکاری کی پالیسی اپنانے کی کوشش کرتے ہوئے بیرونی قرضوں کو یقینی بنانے کا مطلب ہے کہ ہماری اگلی نسل انتہائی معمولی سرمایے کے ساتھ بہت بھاری سود کی وراثت حاصل کرے گی کیونکہ سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے اور قرضے مسلسل حاصل کیے جا رہے ہیں گویا ہم اپنی اگلی نسلوں کا مستقبل رہن رکھوا رہے ہیں۔^{۱۳}

عصر حاضر میں پاکستان کی سرمایہ کاری میں اضافہ کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

- بیرونی سودی قرضوں میں اضافہ کرنے کی بجائے حکومتی سطح پر بیرونی سرمایہ کاروں کو ایسی مالی ترغیبات متعارف کروائے جانے کی ضرورت ہے جن سے بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری

کے لیے راغب ہو سکیں۔ لیکن یہ سرمایہ کاری زیادہ تر پیداواری شعبے میں کی جانے کی اجازت دی جائے۔ اس سے ملک میں سرمایہ کاری کا ماحول بھی پروان چڑھے گا نیز روزگار کے مواقع میں اضافہ ہو گا اور پیداوار میں بھی بڑھوتری ہوگی۔

- سرمایہ کاری میں اضافہ کے لیے سرمایہ کی کمی ملک میں بچتوں کی ترغیبات کے ذریعے پوری کی جاسکتی ہے۔ عوام کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ اگر پاکستان کو مضبوط مملکت بنانا ہے اور بیرونی اثرات سے آزاد کرنا ہے تو ملکی بچتوں میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اسلامی تعلیمات میں خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ بتائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولًا إِلَىٰ غُنْفِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا)^۸ ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہو اور ماندہ بیٹھ جائے۔ اگر افراد معاشرہ اسراف کو کم کریں تو بچتوں میں اضافہ ممکن ہے۔ بازار سرمایہ میں ان بچتوں کو مشارکہ اور مضاربہ سرٹیفکیٹ میں لگایا جائے۔ ان بچتوں سے جمع شدہ سرمایہ کو مختلف پراجیکٹ اور تربیت یافتہ افرادی قوت کے ذریعے استعمال میں لایا جائے۔
- قومی اہمیت اور عوام کی فلاح و بہبود کی حامل صنعتیں مثلاً بجلی کی پیداوار، سٹیل ملز اور فوجی اسلحہ و گولہ بارود وغیرہ قومی تحویل میں ہی ہونی چاہیں لیکن صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں میں بہتری کے لیے مختلف شعبوں میں نجی سرمایہ کاری کی بھی حوصلہ افزائی ضروری ہے۔ کیونکہ محرک منافع کی وجہ سے نجی سرمایہ دار اشیاء پیدا کرنے کے نئے طریقے دریافت کرتے ہیں، جدید ٹیکنالوجی اپناتے ہیں، اشیاء کے معیار میں بہتری لاتے ہیں اور اشیاء کی فروخت کے لیے نئی منڈیاں تلاش کرتے ہیں۔ اس سے روزگار کے مواقع میں اضافے کے ساتھ معاشی سرگرمیوں میں بہتری آتی ہے۔ لیکن ان صنعتوں پر نگرانی رکھی جانی ضروری ہے تاکہ یہ صنعتیں کارٹل جیسے مضبوط گروپ بنا کر عوام کا استحصال نہ کر سکیں۔ اگر ان کی پالیسیاں عوام کے حقوق کے منافی ہوں تو ان کو قومی تحویل میں لے لینا چاہیے۔

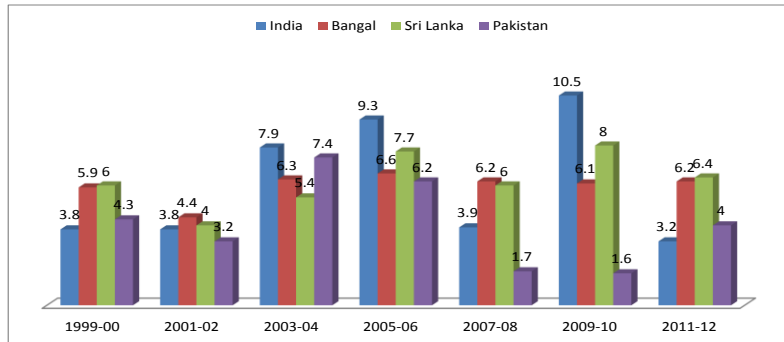
- ملکی معیشت کو نج کاری کی پالیسی سے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف تو بیرونی سرمایہ کاروں نے حصص خریدے اور اس شعبے میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری دیکھنے میں آئی دوسری طرف نج کاری سے حاصل کردہ رقوم عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی بجائے زیادہ تر کرپشن کی نذر ہوئیں۔ صدر پرویز مشرف کے دور میں محض نج کاری کے عمل میں ۸۴،۲۳ بلین ڈالر کی کرپشن ہوئی۔^۹ کرپشن پاکستانی معاشرے کے لیے ناسور بن چکی ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں واضح بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی رعیت کے حقوق میں خیانت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیں گے^{۲۰} اور قیامت والے دن خائن سے حساب لیا جائے گا۔^{۲۱} کرپٹ افراد کا احتساب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ خلفاء راشدین کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عاملین کا احتساب مختلف طریقوں سے کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ اپنے کسی عامل کو کسی شہر پر مقرر کر کے بھیجتے تھے تو اس کے مال کی فہرست لکھ لیتے تھے انھوں نے ایک سو سے زائد لوگوں کا مال جب انھیں معزول کیا تو تقسیم کر لیا، ان میں سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔^{۲۲} اگر افراد معاشرے میں احساس جوابدہی پیدا ہو جائے اور کرپشن میں ملوث افراد کا احتساب کیا جائے تو کرپشن کا خاتمہ ممکن ہے۔ ملکی اہمیت کے اداروں کو نجی شعبوں کی طرف منتقل کرنے کی بجائے ان کی تنزلی کے اسباب کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ ان اداروں میں کرپشن ختم کرنے اور ان کی ترقی کے لیے ٹھوس پالیسیاں تشکیل دی جانی ضروری ہیں۔

۳. جی ڈی پی اور فی کس آمدن پر اثرات :

صدر پرویز مشرف کے دور میں پاکستان کے قرضے ری شیڈول کیے گئے اور بیرونی گرانٹ میں ماضی کی نسبت کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا جس سے عرصہ قلیل میں پاکستان کی معیشت کی صورتحال میں بہتری آئی اور حکومت کی متعدد مالیاتی پالیسیوں کی وجہ سے جی ڈی پی میں بھی اضافہ ہوا۔ تاہم ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد امریکہ کی امداد سے فائدہ اٹھانے والا خطہ کاسب سے بڑا ملک ہونے کے باوجود مالی سال ۲۰۰۳-۰۵ کے بعد پاکستان کی جی ڈی پی کی شرح افزائش دیگر ایشیائی ممالک کی نسبت پست رہی جو کہ مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہوتی ہے۔

۱/۱ Comparative GDP Growth Annual (%)



(Source: <http://data.worldbank.org/indicator/NY.GDP.MKTP.KD.ZG> retrived 22 -12-2013)

گراف کے مطابق ۲۰۱۲-۱۹۹۹ء تک جنوبی ایشیاء کے خطے میں مجموعی طور پر بھارت کی جی ڈی پی کی شرح افزائش پاکستان، بھارت، بنگال اور سری لنکا سے زیادہ رہی جبکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے سے پاکستان کو قرضے، امداد اور معاشی فوائد حاصل ہونے کے باوجود پاکستان معاشی شرح افزائش میں بھارت سے پیچھے رہا۔ مالی سال ۲۰۰۸ء اور ۲۰۱۲ء میں پاکستان کی جی ڈی پی بھارت کے علاوہ خطے میں سری لنکا اور بنگلہ دیش سے بھی کم رہی جبکہ مالی سال ۲۰۱۲ء میں پاکستان کی جی ڈی پی کی شرح نمو اگرچہ بھارت سے بہتر رہی تاہم سری لنکا اور بنگلہ دیش سے کم رہی۔

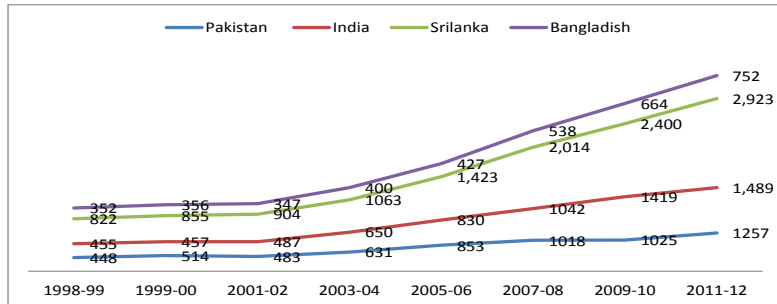
درحقیقت صدر پرویز مشرف کے دور کے ابتدائی دور حکومت میں معاشی نمو میں اضافہ رہا جب کہ حکومت کے اختتامی عرصہ تک معیشت سست روی کا رخ کر چکی تھی۔ بیرونی جاری کھاتے کا خسارہ (External Current Account Deficit) جی ڈی پی کا ۸.۵۵ فیصد تھا۔ مالیاتی خسارہ ۷.۶ فیصد اور زر مبادلہ کے ذخائر ۱۶ ارب سے کم ہو کر ۶ ارب ڈالر ہو چکے تھے۔^{۲۳} شاہد جاوید برکی معاشی صورتحال کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پاکستان کی معیشت میں بہت سے ایسے ترقیاتی کام ہوئے جو کہ نہ صرف نمو کے لیے خطرہ تھے بلکہ ان کا نتیجہ معاشی عدم استحکام ہو سکتا تھا۔ افراط زر بڑھ چکا تھا۔ تجارتی خسارہ اس نقطے تک بڑھ چکا ہے جہاں پر ادائیگیوں کا توازن صحت مند معیشت کے لیے بوجھ بن گیا۔ بہت سے تجارتی بینک جو مختلف نوعیت کے صارفی قرضے جاری کرتے تھے ان کے اثاثوں کی بنیاد کمزور تھی۔ سرمایہ کاری زیادہ تخمینہ بازی والے شعبوں میں کی گئی۔ قومی بچتوں اور سرمایہ کاری کے رخنے میں اضافہ ہوا۔ کئی حوالوں سے یہ کہنا درست ہے کہ پاکستان کی معیشت ایک جوئے خانہ کی طرح چل رہی تھی۔^{۲۴} گو یا صدر پرویز مشرف کے دور میں معیشت غیر یقینی حالات کا شکار رہی۔ صدر پرویز مشرف کے دور حکومت کے بعد برسر اقتدار آنے والی جمہوری حکومت کو بیرونی تجارت میں مسلسل خسارہ، زر مبادلہ کے ذخائر میں کمی، بیرونی وسائل پر انحصار، توانائی کا بحران، غربت میں اضافہ، افراط زر اور بے روزگاری وغیرہ جیسے معیشت کے اہم بنیادی مسائل کا سامنا تھا۔

درحقیقت ۹/۱۱ کے بعد پاکستانی معیشت کے لیے بنائے جانے والی پالیسیاں مستحکم بنیادوں پر نہیں تھیں۔ پاکستان کو ملنے والی گرانٹ اور قرضوں کا کچھ حصہ مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے مختص کیا گیا جس سے چند سالوں کے لیے معاشی نمو ہوئی۔ تاہم یہ تبدیلی قلیل عرصے کے لیے تھی۔ اگر ترقی مستحکم بنیادوں پر ہوتی تو صدر پرویز مشرف کے دور کے اختتام تک معیشت تنزلی کا رخ نہ کر چکی ہوتی۔ متعدد معاشی وجوہات کے علاوہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امن وامان کی صورتحال متاثر ہونے کی وجہ سے معاشی نمو میں

کئی ہوئی۔ مالی سال ۲۰۰۵ء اور مالی سال ۲۰۱۰ء میں جی ڈی پی میں کمی کی ایک اہم وجہ معاشی بحران بھی تھے۔ معاشی بحران کبھی خود ساختہ ہو سکتا ہے اور کبھی کسی قدرتی آفت کے نتیجے میں معاشرہ معاشی بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کی معیشت کے لیے اہم جھٹکے مالی سال ۲۰۰۵ء کا زلزلہ اور مالی سال ۲۰۱۰ء کا سیلاب تھا۔ مختلف ماہرین ان قدرتی آفات کو پاکستان کی عوام اور حکمرانوں کے گناہوں سے منسوب کرتے ہیں، اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور شرعی قوانین کے عدم نفاذ کی وجہ سے ملک کی امن وامان کی بدترین صورتحال اور معاشی تنزلی کا شکار ہے۔ احکام الہی سے روگردانی کے بارے میں حکم الہی ہے (وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ آغْمًى) ترجمہ: اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے اعراض کرنے والوں پر معیشت تنگ کر دی جاتی ہے مثلاً غربت و افلاس، قحط، خشک سالی، بیماری اور برکت کا اٹھ جانا وغیرہ ہے اور ان ہی مسائل سے ہماری معیشت دوچار ہے۔ قدرتی آفات سے ہونے والے نقصان کی اہم وجہ حکمران اور عوام کے گناہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے جیسا کہ عام الرماد* میں حضرت عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے کی ہدایت فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قحط ختم ہو سکے۔^۱ عمنہا ہوں کی معافی کے بعد اصلاح اہم ضرورت ہے۔ شریعت اسلامیہ کا نفاذ کیا جائے تاکہ اسلامی بنیادوں پر قائم ملت اسلامیہ اسلامی نظام معیشت کی برکات سے مستفید ہو سکے۔

واقعہ ۹/۱۱ کے بعد حکومتی سطح پر دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق فی کس آمدنی میں اضافہ ہو اذیل میں پاکستان کی فی کس آمدن کا خطے میں بھارت، سری لنکا اور بنگلہ دیش کے ساتھ موازنہ دیا گیا ہے۔

1.2. GDP per Capita (Current US\$)



(Source: <http://data.worldbank.org/indicator/NY.GDP.PCAP.CD> retrieved 22-12-13)

مندرجہ بالا گراف کے مطابق مجموعی طور پر پاکستان کی فی کس آمدن بنگال سے بہتر رہی تاہم سری لنکا اور بھارت سے کم رہی۔ اگرچہ پاکستان کی فی کس آمدن میں ماضی کی نسبت اضافہ ہوا لیکن غربت میں اضافہ رہا۔ اس کی اہم وجوہات میں سے ایک پاکستان میں بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے۔ قرضوں اور امداد کی شرائط کے تحت ضروریات زندگی کے نرخ گراں ہو رہے ہیں۔ نیز آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط کے مطابق بجلی اور گیس کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے عوام کا جینا دو بھر ہو کر رہا گیا ہے۔ عوام کو ریلیف پہنچانے کے لیے برسر اقتدار حکومت کی ذمہ داری ہے اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے اور قیمتوں کو کنٹرول کیا جائے جیسا کہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ مختلف استحصالی صورتوں کی وجہ سے قیمت میں ہونے والے اضافہ کے ازالہ کے لیے لوگوں کو اس بات کا پابند بنادیا جائے کہ مال کی خرید و فروخت قیمت مثل کے مطابق کریں۔^{۱۲۷} اگر اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا نہ کی جائے اور مصنوعی حربوں سے قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے تو صارفین کو اشیاء مناسب قیمت پر دستیاب ہوتی رہتی ہیں۔ نیز اشیاء کی فروخت میں اضافہ سے تاجروں کو بھی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس طرح سرمایہ کاروں کے منافع میں اضافہ ہوتا ہے اور یوں معاشی نمو کا عمل جاری رہتا ہے۔ آئی ایم ایف کے جاری کردہ قرضوں کی شرائط کے تحت نظام ٹیکس میں تبدیلیاں لائی گئیں۔ نظام ٹیکس میں اصلاحات متعارف کروانے کے نتیجے میں ٹیکس کی وصولیوں میں براہ راست ٹیکس اور سیلز ٹیکس میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اس سے بھی غریب اور سفید پوش طبقہ کی قوت خرید متاثر ہوئی۔ ٹیکسوں کی بھرمار کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بڑے سرمایہ کاروں کو ٹیکس نیٹ ورک میں لایا جائے۔ زیادہ تر سرمایہ کار ٹیکسوں سے بچنے کے لیے اثرو رسوخ اور رشوت کو آلہ کار بناتے ہیں جس سے معاشرے میں کرپشن کو رواج مل رہا ہے۔ اگرچہ صدر پرویز مشرف کے دور سے نظام ٹیکس میں جدت اور وسعت لائی گئی تاہم اصلاح کی ضرورت باقی ہے۔ بڑے سرمایہ کاروں کو ٹیکس نیٹ ورک میں لانا اور ٹیکسوں کی لازمی بنیادوں پر وصولی سرمایہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان کے نظام ٹیکس کے خرچ کرنے میں بھی کرپشن کا عنصر نمایاں ہے جس کی وجہ سے حق دار کو حق نہیں پہنچ رہا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دیانت دار طبقہ کو تعینات کیا جائے تاکہ کرپشن کا خاتمہ ہو سکے۔ مندرجہ بالا اقدامات سے بھی غربت میں کمی ممکن ہے۔

۴. ملکی امن وامان پر اثرات :

اسلام کی مالیاتی پالیسی کے اہم مقاصد میں ملکی دفاع کو مضبوط کرنا اور امن وامان کا قیام بھی شامل ہے کیونکہ افراد معاشرہ کے لیے پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں اگر ان کی زندگیاں ہی محفوظ نہ ہوں تو دیگر مالیاتی پالیسی کے مقاصد بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ دہشت گردی کی جنگ میں حصہ لینے سے پاکستان کے امن وامان کی صورتحال بُری طریقے سے متاثر ہوئی۔ ۹/۱۱ کے بعد صدر پرویز مشرف کے دور میں فرقہ واریت، قومی تعصب اور ملکی دہشت گردی کے عناصر کو کم کرنے کی بھی کوششیں کی گئیں، تاہم اس میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بم دھماکوں اور انتہا پسند حملوں میں اضافہ ہوا، فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات میں ہزاروں افراد شہید ہوئے، مساجد، مذہبی جلوسوں، اجتماعات، نماز عید میں مسلمانوں کو مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے بمباروں اور مسلح افراد کی جانب سے نشانہ بنایا گیا۔ ڈرون حملے جن میں بے گناہ شہریوں کی ہلاکتیں ہوئیں۔ ایک اخبار کی رپورٹ کے مطابق صدر پرویز مشرف کی حکومت نے متعدد بار دعویٰ کیا کہ ان کے دور میں نو ڈرون حملے ہوئے جن سے ۷۰ ہلاکتیں ہوئیں۔ ۲۰۰۴ء سے مارچ ۲۰۱۳ء تک ۳۳۰ ڈرون حملوں میں ۴۰۰ شہریوں سمیت ۱۲۲۰۰ افراد جاں بحق ہوئے۔^{۲۹} حق کے سوا انسانی جان کے ضیاع کی اسلامی تعلیمات میں کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔^{۳۰} نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل انسانی کو کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے۔^{۳۱} رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخلی امن وامان کے قیام کے لیے مسلمانوں کا خون اور مال دوسرے مسلمانوں کے لیے حرام قرار دیا۔^{۳۲} حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے دور حکومت میں مفتوحہ علاقوں کے افراد کی بھی جان و مال اور عزت کی حفاظت فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اہل مصر کو ان کے اموال، خون، عورتوں اور اولاد کی حفاظت کی ضمانت دی۔^{۳۳} اگر کسی شخص کو کسی خاص وجہ کے بغیر مارا جاتا تو اس کو عامل سے قصاص لینے کا حق دیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک شخص نے شکایت کی فلاں عامل نے اس کو کسی خاص وجہ کے بغیر ۱۰۰ تازینے مارے، امیر المومنین نے اس کو اجازت دی کہ اس عامل سے قصاص لے سکتا ہے، عامل نے دو سو دینار فدیہ دے کر اپنی جان بخشی کروائی۔^{۳۴} حضرت عمرؓ عاملوں کو عوام کو کسی بھی تنگی میں مبتلا کرنے سے منع فرماتے۔^{۳۵} ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی بنیادوں پر قائم مملکت اسلامیہ میں انسانی جانوں کی حفاظت حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد ایک افسوس ناک واقعہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بچوں سمیت امریکہ کے مطالبے پر اُن کے حوالے کیا جانا تھا جبکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عورتوں کی عزت و حرمت ان کی جان سے بھی بڑھ کر ہے جیسا کہ صلح حدیبیہ میں قریش مکہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ معاہدہ ہوا تھا اگر کوئی کہہ گا آدمی مدینہ جائے گا تو اُس کو لازماً واپس کیا جائے اگرچہ وہ تمہارے دین پر کیوں نہ ہو۔^{۳۶} لیکن مومن خواتین معاہدے کی اس شق سے مستثنیٰ تھیں جیسا کہ حکم الہی سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مومن عورتیں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں اور امتحان لینے کے بعد ثابت ہو جائے کہ وہ ایمان دار ہیں تو انھیں کفار کو واپس نہیں کیا جائے گا۔^{۳۷} مفسرین کا بھی اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں یہ ہی نقطہ نظر ہے کہ جو عورت صلح حدیبیہ کے بعد ایمان قبول کر کے مدینہ آئے اور فی الواقع سچی اور ایماندار مسلمان ہو اسے کافروں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ آیت حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ مسلمان ہو کر مدینہ چلی گئیں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد واپس کرنے سے انکار کر دیا۔^{۳۸} اس آیت قرآنی سے اور عقبہ بنت ابو معیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمی دباؤ کے تحت معاہدے ہو رہے تھے لیکن کسی قیمت پر بھی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا۔

سرحدی علاقوں اور مدارس میں ہونے والی فوجی کاروائیوں اور معصوم انسانی جانوں کی شہادت کی وجہ سے سرحدی علاقوں میں نوجوانوں میں انتقامی جذبات جنم لینا فطری رد عمل ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کے خلاف ہو گئے۔ جس کی وجہ سے امن وامان کی صورت حال مزید خراب ہوئی۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان میں امن وامان کی صورت حال خراب ہوئی اور انتقامی فضاء پیدا ہوئی۔ جنگ میں ملک کے تختی ڈھانچے کو نقصان پہنچا۔ جیسا کہ مالی سال ۲۰۰۸ء کے دوران بلوچستان میں بد امنی سے نہ صرف ترقیاتی کام متاثر ہوئے بلکہ سیوتناثر اور تنصیبات پر حملوں کے نتیجے میں پائپ لائن کے شعبے میں ۸۷ فیصد کمی ہوئی۔^{۳۹} اس طرح امن وامان کے مسائل کی وجہ سے ریلوے کی بوگیوں اور بنیادی ڈھانچے کو خاصا نقصان پہنچا۔ ملک کے بنیادی ڈھانچے کی تباہی، ہزاروں افراد کی شمالی علاقوں سے دوسرے علاقوں میں منتقلی، سرمایہ کاری کے ماحول میں کمی، خسارے کی شکار ملکی پیداوار اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری نے ملک کی اقتصادی حالت کو کمزور کر دیا ہے۔

معاشی پہلو سے سیر و سیاحت کی صنعت پاکستان کے لیے اہم ہے۔ امن وامان کی بری صورت حال کی وجہ سے سیر و سیاحت کی صنعت میں بھی سرمایہ کاری متاثر ہوئی کیونکہ شمالی علاقہ جات میں تختی ڈھانچہ بھی تباہ ہوا نیز جنگی حالات ہونے کی وجہ سے سیکورٹی جیسے مسائل بھی رہے جس کی وجہ سے اندرون اور بیرون ممالک سے سیاحوں کی تعداد میں کمی آئی۔ سیر و سیاحت کا شعبہ تنزلی کی طرف جا رہا تھا اور اس شعبے

سے وابستہ افراد بے روزگار ہو رہے تھے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق منیر خان (منیجر آف چترال ماونٹین ان) نے اخباری رپورٹر کو بتایا چترال میں ۹/۱۱ سے پہلے سالانہ غیر ملکی ۳۵۰۰ سیاح آتے تھے لیکن پچھلے سال (۲۰۰۲) یہ تعداد کم ہو کر صرف ۲۵۰ تک رہ گئی۔ نور الامین (منیجر آف پشاور کانٹینیوینٹل گیسٹ ہاؤس) کے مطابق عدم تحفظ کے احساس کی وجہ سے ان کے ہوٹل کی بکنگ ۱۰ فیصد سے صفر میں بدل گئی۔ ظہور درانی (مینیجنگ ڈائریکٹر صحرائی ٹریولز اینڈ ٹورز پشاور) کے مطابق ملکی سیر و سیاحت میں ۸۵ فیصد کمی آئی۔^{۲۰} سیر و سیاحت میں کمی کی وجہ سے مقامی دستکاری کی صنعت کو بھی نقصان پہنچا جو کہ سینکڑوں دکانداروں کی آمدن کا ذریعہ تھی۔ اس سے وابستہ افراد کی بے روزگاری میں بھی اضافہ ہوا۔

اگر ملک کو بیرونی عناصر سے خطرہ درپیش رہے اور داخلی امن وامان کی صورت حال بھی خراب ہو تو سرمایہ کار اپنے وطن میں سرمایہ کاری کرنے کی بجائے بیرون ملک سرمایہ منتقل کرنا شروع کر دیتے ہیں اور سرمایہ کاری کے لیے ایسے ممالک کو ترجیح دیتے ہیں جہاں پر معاشی ترقی کے مواقع اور امن وامان کی صورت حال بہتر ہو جیسا کہ عصر حاضر میں پاکستان کا دہشت گردی کی جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے سرمایہ کاروں نے سرمایہ ملائیشیا، بنگلہ دیش اور دیگر بیرون ممالک منتقل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے نہ صرف ملکی معاشی ترقی متاثر ہوئی ہے بلکہ پاکستان کے سرمایہ اور صلاحیتوں سے دیگر ممالک کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ دوسری طرف بد امنی کے حالات کی وجہ سے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں بھی کمی آئی ہے۔

اسلام کی تعلیمات کی رو سے جائزہ لیا جائے تو مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد دفاع کو مضبوط کرنا اور داخلی امن وامان کی صورت حال کو بحال کرنا ہے۔ بد امنی و بے اطمینانی معاشرے کی فلاح و سکون کے لیے زہر قاتل ہے۔ جس معاشرے میں انسان کو ہر وقت اپنی جان و مال کی فکر اور اس کے بارے میں خطرہ لگا رہتا ہو اور عزت و آبرو کے بارے میں اندیشوں سے دوچار ہو، تو ایسا معاشرہ زوال پذیر ہونے لگتا ہے اور معاشی ترقی کا عمل رک جاتا ہے۔ معاشی لحاظ سے امن وامان کی اہمیت کا اندازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے بھی ہوتا ہے (رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ أَمِنَ مِنْهُمُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) اترجمہ اسے پروردگار تو اس جگہ کو ایک امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، پھلوں کی روزیاں دے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معاشی فوائد سے پہلے امن وامان کی دعا فرمائی کیونکہ کسی بھی ملک کے امن وامان کے بغیر معاشی فوائد سے باشندے مستفید نہیں ہو سکتے۔ امن و سکون کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ نسلی اور فرقہ واریت کے تعصب کا خاتمہ کیا جائے، قومی تعصب سے پاکستانی قوم مزید کمزور ہو جائے گی اور دشمنوں کی سازشیں کامیاب ہو جائیں

گئیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد کو پروان چڑھایا جائے۔ ملک کے تمام افراد کو صوبائی اور نسلی تعصب سے آزاد ہو کر اتحاد قائم کر کے پاکستان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور تفرقہ بازی سے اجتناب ضروری ہے۔ تاہم سرکاری سطح پر حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ اتحاد کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔ حضرت عمرؓ فاروق کے دور میں سلطنت بہت وسیع ہو گئی مگر آپؓ جتنے بھی گورنر مقرر فرماتے، ان کو لوگوں کی فلاح و بہبود اور علاقے کی ترقی کے لیے تجاویز دیتے۔ صوبوں کو مرکز کے ساتھ مربوط رکھتے، یہی وجہ تھی کہ ان کے دور میں مختلف فتنوں نے سر نہیں اٹھایا۔ حالانکہ ایران و عراق، شام اور مصر تک اسلام کی سرحدیں وسیع ہو گئی تھیں۔ حکمران کی ذمہ داری ہے کہ تمام علاقوں کی ترقی اور امن و امان کی بحالی کے لیے پالیسی بنائے حضرت عمرؓ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے، آپؓ فرمایا کرتے تھے:

و انما مثل جمل انف اتبع قائدہ، فلینظر قائدہ حیث یقودہ، فاما انا فو رب الکعبۃ

لاحملنہم علی الطريق - ۴۲

(اہل عرب ایک فرماں بردار اونٹ کی مانند ہیں جو اپنے قائد کی پیروی کرتا ہے، اس لیے ان کے قائد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ انہیں کہاں لیے جا رہا ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کعبہ کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں صحیح راستے پر لے جاؤں گا۔)

پاکستان کی مالیاتی پالیسی کی کامیابی کے لیے سب سے اہم عصری ضرورت داخلی امن و سکون کی صورت حال کو بہتر کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ حکومت پاکستان دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں امریکہ کے حلیف کے کردار سے دستبردار ہو جائے۔ اس جنگ میں حصہ لینے سے ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ چکی ہے۔ ڈرون حملوں، بم دھماکوں اور خودکش حملوں سے پاکستان کا امن و سکون تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بد امنی کی بری صورت حال کی وجہ سے ہماری معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ پاکستان کو مذاکرات کا راستہ اختیار کر کے فوری طور پر افغانستان کے خلاف جنگ میں حصہ لینے سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد ملک میں امن و سکون کی بحالی کے لیے موثر پالیسی تشکیل دینی چاہیے تاکہ داخلی امن و امان بحال ہو سکے۔

۵. فلاح عامہ پر اثرات :

۹/۱۱ کے بعد مالی وسائل میں اضافہ کے باوجود عوام دوست پالیسیاں تشکیل نہیں دی گئیں جس کی وجہ سے نادار طبقہ کو ریلیف نہ مل سکا۔ اس دور میں نام نہاد معاشی ترقی کا ثمر مخصوص طبقہ تک محدود

رہا اور عوام کی ریلیف کے لیے قابل ذکر اقدامات نہیں کیے گئے۔ اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوا۔ گندم اور چینی کے شدید بحران کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ قرضے اور امداد حکمران طبقہ نے آپس میں ہی تقسیم کی، اس کا آٹے میں نمک کے برابر حصہ افراد معاشرہ کی ترقی کے لیے مختص کیا گیا۔ اصل میں پاکستانی حکمرانوں کی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور کفار کا ساتھ دینے کی وجہ سے معیشت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے بھی محروم رہی اور معاشی خوشحالی نہ آسکی۔ اس دور میں غربت کی اہم وجوہات میں عالمی معاشی کساد بازاری، افراط زر، بے روزگاری اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے بڑھتے ہوئے دفاعی اخراجات کی وجہ سے سماجی بہبود کے لیے ناکافی مالی وسائل وغیرہ شامل تھے۔ نیز حکومت کی ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدن کم تھی۔ قرضوں اور گرانٹ کو غیر پیداواری مقاصد کے لئے استعمال میں لایا گیا جس کی وجہ سے عوام کی ضرورتوں مثلاً تعلیم، صحت عامہ، بجلی اور تفریحات پر بجٹ میں کم رقم مختص کی گئی نتیجتاً لوگوں کے معیار زندگی میں کمی آئی۔ Mathen Nelson کے تجزیے کے مطابق ۹/۱۱ کے واقعے کے بعد پاکستان کو ۱۰ بلین ڈالر کی امداد دی گئی جن میں سے محض ۱۰ فیصد معاشی اور معاشرتی ترقی کے لیے وقف کی گئی۔ ۳۳ ذیل میں ۱۱/۹ کے بعد تعلیم اور صحت کے شعبوں کی ترقی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱.۵. شعبہ تعلیم:

کسی بھی ملک کی معاشی خوشحالی کے لیے آبادی کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے، لیکن پاکستان کے زیادہ تر مالی سالوں کے بجٹ میں عوام کی فلاح و بہبود کو ثانوی حیثیت دی گئی۔ پاکستان کے بجٹ میں دو اہم مدات بیرونی قرضوں کے واجبات اور دفاع پر زیادہ تر حصہ مختص کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کم رقم مختص کی جاتی ہے۔ تعلیم اور صحت عامہ کے لیے فراہم کی جانے والی سہولیات آبادی کے لیے ناکافی ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے شعبہ تعلیم بھی متاثر ہوا۔ مالی سال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء سے مالی سال ۲۰۱۱-۱۲ء تک مڈل سکولوں کی تعداد ۲۳،۶۰۰، ہائی سکولوں کی تعداد ۱۶،۱۰۰، سیکنڈری اور وکیشنل اداروں کی تعداد ۲۶۶۵، آرٹ اور سائنس کالجوں کی تعداد ۳۲۹۳، پروفیشنل کالجوں کی تعداد میں ۱۱۰۲۸ اور یونیورسٹیوں کی تعداد میں ۸۵۸۵ تک اضافہ ہوا جبکہ پرائمری سکولوں کی تعداد میں ۵۰۰ تک کمی آئی۔ ۳۳ اعلیٰ تعلیم پر توجہ دی گئی جس کی وجہ سے پاکستان میں ایم فل اور پی ایچ ڈی طلبہ کی تعداد میں ماضی کی نسبت اضافہ ہوا لیکن ابتدائی تعلیم میں اضافہ اور بہتری کی صورت حال غیر تسلی بخش رہی اسی وجہ سے پاکستان مطلوبہ شرح خواندگی حاصل کرنے

میں ناکام رہا۔ شرح خواندگی ۱۹۹۰ء میں ۴۰.۷ فیصد، ۲۰۰۰ء میں ۵۲.۶ فیصد، ۲۰۰۸ء میں ۵۶ فیصد اور ۲۰۱۲ء میں ۵۸ فیصد ہو گئی تھی۔^{۴۵} نیز اس دور میں ایچ ای سی کی بیرون ممالک سکالرشپ کی پالیسی سے بہت سے افراد بیرون ممالک میں ہی قیام پذیر ہو گئے جس سے پاکستان کو برین ڈرین کا بھی مسئلہ درپیش ہے۔

شعبہ تعلیم میں بیرونی امداد اور قرضوں کے تحت دسمبر ۲۰۰۱ء میں تعلیمی شعبے میں اصلاحات (Education Sector Reform (ESR)) متعارف کروائی گئیں جن کے ساتھ اہم مقاصد بیان کیے گئے جن میں سے شرح خواندگی میں اضافہ، صنفی عدم مساوات میں کمی، نصاب میں اصلاحات کے ذریعے معیار تعلیم میں بہتری اور اساتذہ کی تربیت شامل تھی۔ جہاں تک نصاب میں اصلاحات کا تعلق تھا تو اس میں سے جہاد اور اسلام کی بنیادی اقدار پر مبنی مواد کو نکال کر روشن خیال معاشرے کو پروان چڑھانے والی اقدار کو شامل کیا گیا۔ یہ مغرب بالخصوص امریکہ کی اہم پالیسی ہے مسلمانوں کو ان کی اپنی بنیادوں سے دور کیا جائے، ان کو اپنے اس مقصد میں صدر مشرف کے دور میں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ امریکہ کی طالبان کے خلاف جنگ کے بعد اس رائے کو ترویج دیا گیا کہ پاکستان کے مدارس میں جہادی تربیت اور پر تشدد فرقہ واریت کو پروان چڑھایا جا رہا ہے اور طالبان کو بنانے میں مدارس کا براہ راست تعلق ہے۔ شعبہ تعلیم میں امریکہ کی سرمایہ کاری کے مقصد کے بارے میں Kronstadt, K.Alan بیان کرتے ہیں کہ پاکستان کے نظام تعلیم میں سے عسکریت پسندی سے متعلقہ اقدار کو کم کیا جائے جو کہ دہشت گردی کو پروان چڑھاتی ہیں، مزید لکھتے ہیں کہ مدارس میں پڑھانے والا نصاب صدر مشرف کے روشن خیالی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔^{۴۶} ”در حقیقت قرآن و سنت کی ہی تعلیم مسلمانوں کے لئے ابتدائی اور ضروری احکام کی تفہیم میں ”فرض عین“ ہے۔ لہذا اس فرض عین کو نبھانے کے لیے حکومت کو چاہیے یہ کہ نصاب میں اسلامی اقدار پر مبنی مواد شامل کیا جائے۔ پردہ اور جہاد کے بارے میں آیات کو نصاب میں سے خارج کرنے کی بجائے شامل نصاب ہونا چاہیے تاکہ طلبہ کو اپنی بنیاد اور معاشرت سے آگاہی حاصل ہو جس سے ان کی شخصیت میں مثبت تبدیلی آ سکے۔

۵.۲. بے روزگاری :

افراد کی قوت کسی بھی ملک کی معیشت کے لیے اہم ضرورت ہے کیونکہ ان کے بغیر معاشی پالیسیوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ پاکستان میں بے روزگاری کو کم کرنے کے لیے حکومت نے کئی کاموں کا آغاز کیا۔ اس میں براہ راست ملک میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے علاوہ روزگار کے حوالے

سے بین الاقوامی منڈی تک رسائی حاصل کرنے کے اقدامات شامل تھے۔ تاہم ملکی امن وامان کی صورت حال متاثر ہونے اور توانائی کے بحران کی وجہ سے روزگار مواقع میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو سکا۔ نیز بعد میں آنے والی حکومت بھی اس ضمن میں موثر پالیسیاں وضع نہ کر سکی۔ جس کی وجہ ملک کو بے روزگاری میں اضافہ کا مسئلہ درپیش ہے۔ اقتصادی سروے کے مطابق بے روزگاری کی شرح ۱۹۹۰ء میں ۵.۷ فیصد، ۲۰۰۰ء میں ۶.۸ فیصد، مالی سال ۰۸-۲۰۰۷ء میں ۵.۲ فیصد تھی جبکہ مالی سال ۱۲-۲۰۱۱ء تک ۶.۸ فیصد کے اضافے کے ساتھ ۶ فیصد ہو گئی تھی۔^{۴۷}

۵.۳. صحت عامہ :

پاکستان کے اہم مسائل میں سے صحت عامہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کی اہم وجوہات میں سے زیادہ تر افراد کا دیہاتوں میں قیام پذیر ہونا ہے جہاں پر ان کو صحت عامہ کی سہولیات میسر نہیں آتیں۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے لوگوں کو بیماریوں کے بارے میں آگاہی نہیں ہوتی۔ نیز پاکستان میں غربت بھی زیادہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مناسب غذا بھی نہیں ملتی اور علاج معالجے کے لیے مالی سائل کی کمی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے بجٹ میں صحت عامہ کی سہولیات فراہم کے لیے کم رقم مختص کی گئی۔ مالی سال ۲۰۰۰ء سے ۲۰۱۲ء تک ہسپتال ۳۳۱، ڈسپنسریاں ۷۷، ذیلی ہیلتھ سنٹر ۲۳۳، دیہی ہیلتھ سنٹر ۶۲، بستروں کی تعداد ۲۶۶، ہر ۳۳۰ افراد کے لیے ایک بستر، رجسٹرڈ ڈاکٹر ۴۵۱، ۶، دانتوں کے ڈاکٹر ۸۳، رجسٹرڈ نرس ۴۵۹۱، رجسٹرڈ ایہ ۸۹۷ اور تربیت یافتہ لیڈی ہیلتھ وزٹرز کی تعداد میں ۸۲۳۵ تک اضافہ ہوا جبکہ فی کس آبادی کے لیے ڈاکٹروں اور دانتوں کے ڈاکٹروں کی تعداد میں کمی آئی۔^{۴۸} حکومتی سطح پر اگرچہ صحت عامہ کی سہولیات بہم پہنچائی گئیں تاہم یہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کے لیے ناکافی تھیں۔

● فلاح عامہ حکومت کی اولین ترجیح میں شامل ہونی چاہیے کیونکہ کسی بھی ملک کی معاشی خوشحالی کے لیے غریب افراد کا معیار زندگی پہلے سے بہتر ہونا اور معاشرے کے تمام افراد کا اخلاقی اور روحانی لحاظ سے پہلے سے زیادہ خوشحال ہونا ضروری ہے۔

● غرباء اور مساکین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ و عشر کا نظام بھی موثر ہونا ضروری ہے تاکہ افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہیں معاشرے میں غربت کی وجہ سے خودکشی کی شرح میں کمی آ سکے۔

- فلاح عامہ کے اقدامات میں انسانی وسائل کی منصوبہ بندی ہے۔ افرادی قوت کو تعلیم اور جدید فن تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور روزگار کی فراہمی کے لیے جاذب محنت پراجیکٹ شروع کیے جانے چاہئیں۔ خود روزگار سکیموں کے لیے قرضوں کا اجراء سود پر کرنے کی بجائے بلا سود بینکاری کے اسلامی طریقہ ہائے تمویل متعارف کروائے جائیں۔
- صحت عامہ کی سہولیات میں اضافہ اور معیار میں بہتری لائی جانی ضروری ہے۔ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بیرونی امداد کی بجائے نجی شعبے کا تعاون بڑھایا جانا چاہیے۔ تاہم نجی شعبے پر نگرانی رکھی جانی ضروری ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد عالمی دباؤ کے پیش نظر پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننا پڑا۔ یہ کردار نبھانے سے پاکستان کے کچھ قرضے معاف ہوئے، سودی قسطوں میں توسیع ہوئی، مزید بیرونی قرضوں اور امداد میں ماضی سے کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا۔ تاہم اس جنگ میں قرضوں کے چکر سے نکلنے کی بجائے پاکستان ان میں دھنس کر رہ گیا۔ امریکہ کا اتحادی بننا پاکستان کی معیشت کے لیے فائدہ مند ہونے کی بجائے سراسر ایک خسارے کا فیصلہ تھا جیسا کہ دہشت گردی کے جنگ میں حصہ لینے کے منفی معاشی اثرات مالی سال ۲۰۰۶-۲۰۰۵ء میں ہی سامنے آنا شروع ہو گئے تھے۔ اگرچہ صدر پرویز مشرف کے دور میں معاشی ترقی کے حامی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اس دور میں جی ڈی پی کی شرح نمو بہتر رہی۔ صرف، بچتوں اور سرمایہ کاری اور بیرونی براہ راست سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ اس دلیل کا جواب انتہائی سادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر معاشی شعبوں میں ترقی ہوئی تو وہ قلیل عرصے کے لیے تھی، طویل عرصے کے لیے نہیں تھی۔ اگرچہ ۹/۱۱ کے بعد براہ راست بیرونی سرمایہ میں اضافہ ہوا لیکن سرمایہ کاری کا زیادہ تر حصہ مواصلات اور مالیات کے شعبے میں رہا۔ مواصلات کا شعبہ عالمی اداروں سے نجی قرضے حاصل کرنے میں ہی کامیاب رہا۔ پیداواری شعبے کی بجائے ساری توجہ بینکاری، انشورنس اور ٹیلی کمیونیکیشن پر مرکوز رہی۔ ترقیاتی پالیسیوں کے لیے بیرونی امداد اور قرضوں کو شرائط کے ساتھ قبول کیا گیا مثلاً نج کاری کی پالیسی سے اہم یونٹ اونے پونے داموں بیچ دیے گئے جس سے پاکستانی معیشت کو نقصان پہنچا۔ ۹/۱۱ کے بعد معاشی زوال میں حکمرانوں کی سیاسی پالیسیوں اور مغرب دوست خارجہ پالیسی نے بلاشبہ ایک اہم ترین کردار ادا کیا۔ خارجہ پالیسی کے تعین اور سیاسی معاملات میں اگر اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھا جاتا تو یقیناً بدامنی اور بے یقینی کی اس فضا سے بچا جاسکتا تھا جو ہر گزرتے دن کے ساتھ پاکستانی معیشت کے لیے نت نئے چیلنجز پیدا کر رہی ہے۔

تحریک پاکستان کی بنیاد اسلامی نظریہ حیات پر رکھی گئی تھی اور پاکستان دین اسلام کے نام پر قائم کیا گیا۔ لیکن افسوس اسلام کے معاشی اصولوں کو بھلا کر آج ہم ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ ہر نئی آنے والی حکومت ذاتی خزانوں کو بھرنے کے لیے عالمی اداروں کے قرضوں کی طرف رجوع کرتی ہے اور ان کی تمام شرائط کو قبول کر کے سنجیدگی سے مغربی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے بھی اقدامات کرتی ہے۔ بیرونی وسائل پر انحصار کی مالیاتی پالیسی سے قلیل عرصے میں تو معاشی صورتحال میں بہتری آتی ہے لیکن پھر معیشت عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ پاکستان کی معاشی تنزلی کی اہم وجہ سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت اور آزاد معاشی نظام کے اصولوں پر مبنی معاشی پالیسیاں ہیں جو کامیاب نہ ہو سکیں کیونکہ یہ نظام انسانی ذہن کی اختراع اور مشاہدہ پر مبنی ہے جبکہ اسلامی معاشی نظام کے اصول وحی الہی پر مبنی ہیں جن کا عملی نفاذ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفاء راشدین میں کیا گیا۔ اسلام کے معاشی اصول پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کر سکتے ہیں۔ مغربی سودی نظام کو اپنانے میں معاشی تنزلی اور اسلامی اصولوں کو اپنانے میں معاشی ترقی کی روشن راہیں ہماری منتظر ہیں۔ اسلامی نظام کو جزوی طور پر اپنانے کی بجائے مکمل طور پر نافذ کرنے سے ہی کامیابی ممکن ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسلامی احکام کو کلی طور پر اپنانے کا حکم ملتا ہے (ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً)^{۱۹} پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے معدنیات کی دولت، بہترین تجارتی گزرگاہوں اور بہترین افرادی قوت سے نوازا ہے۔ اس ملک کو ایسے دیانت دار اور مخلص حکمران کی ضرورت ہے جو عالمی سامراجیت سے آزاد ہو کر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سنجیدہ کوششیں کرے اور معیشت کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر پاکستان کی تنزلی کے اسباب کا تعین کر کے ایسی موثر پالیسی ترتیب دے جس کے عملی نفاذ سے پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

مصادر ومراجع

- ^{۱۹} - At the Millennium: Macro Economic Performance and Prospects, Pakistan 2000, (Edited: Craig Baxter, Charles H. Kennedy), New York: Oxford University Press, Ed. 2nd, 2001, pp. 34-35
- ^{۲۰} - General Pervez Musharraf, In the Line of Fire, London: Simon and Schuster, Ed. 1st, 2006, p. 182

- ³ - The United States and Pakistan 1947-2006 A Documentary Study (Edited: Rashmi Jain), New Dali: Radiant Publishers. Ed.1st, 2007, p.171
- ⁴ - In the Line of Fire, p.185
- ⁵ - Government of Pakistan, Pakistan Economic Survey 2002-03, Islamabad: Ministry of Finance, pp.152-153
- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ۱۵۳-۱۵۲،
- * انتہائی مقروض غریب ملک (Highly Indebted Poor Countries (HIPC)) ایسے ممالک جو کہ انتہائی غربت کا شکار ہوں اور بنیادی ضروریات زندگی (روٹی، کپڑا اور مکان) کو خریدنے کی بھی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ نیز جن کا قرض جی ڈی پی کے ۴۵ فیصد ہو یا جس ملک کے قرض کا تناسب اُس کے زرمبادلہ کی آمدنی سے ۲۵۰ فیصد سے زیادہ ہو۔
- ⁶ - State Bank of Pakistan, Annual Report 1999-2000, p.112
- ⁷ - Ibid, Annual Report 2007-08, p.103
- ⁸ - Ibid, Annual Report 2011-12, p.74
- ⁹ - Dollars, Debt and Deficits, Lahore: Vanguard Books, 2004, p.372
- ¹⁰ - Pakistan Sovereignty Lost, Islamabad: Mr. Books, Ed:1st, 2006, p.94

۱۱۔ الانفال ۸: ۳۶-۳۷

۱۲۔ البقرة ۲: ۱۴۵

۱۳۔ بجٹ تقریر ۲۰۰۹-۲۰۱۰، (حنار بانی کھر)، ص ۲؛

http://www.finance.gov.pk/budget/budget_Speech_09_10_urdu_version.pdf
retrieved 11-05-13

۱۴۔ یوسف ۱۲: ۵۵

^{۱۵} - Pakistan Economic Survey 2007-08, p.7; 2012-13, p.5

¹⁶ - Ibid 2011-12, p.47

* یورپی یونین نے پاکستان کو (Generalized Scheme of Preferences GSP) + کا درجہ دیا ہے جو کہ یکم جنوری ۲۰۱۴ سے لاگو ہو گا۔ یورپی یونین نے پاکستان کو تین سال کے لئے ڈیوٹی فری برآمدات کی اجازت دے دی ہے۔ پاکستان ٹیکسٹائل کی مصنوعات ۲ ممالک کو برآمد کر سکے گا۔ اگرچہ

پاکستان کو تجارت کے شعبہ میں فائدہ دیا گیا تاہم اس کے ساتھ خارجہ پالیسی وابستہ ہے۔ اس میں دیکھا جائے گا آیا پاکستان اگر افغانستان میں امریکہ کا ساتھ دینے سے انکار کرتا ہے، پاکستان میں ڈرون حملے بند کروائے جاتے ہیں اور نیٹو کی سپلائی بند کروائی جاتی ہے تو کیا جی ایس پی پلس کا درجہ جاری رہے گا۔ نیز جی ایس پلس کے درجے کے ساتھ چند شرائط بھی ہیں جن میں انسانی حقوق کا احترام بھی شامل ہے۔ بنیادی حقوق کا تعین مغرب اپنے مقاصد اور عزائم کا سامنے رکھا کر کرتا ہے جس سے معاشرتی منفی اثرات سامنے آسکتے ہیں۔

- ۱۷ - Economic Predicament of Pakistan After September 11, The World After September 11: Challenges and Opportunities (Edited: Moonis Ahmer), Karachi: University of Karachi, Ed. 1st, 2003, p. 237

۱۸ - بنی اسراءیل ۱۷: ۲۹

- ۱۹ - <http://corruptionmonitor.com/articlepakistanprivatization.html>
retrieved 09-09-2012

۲۰ - مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، ابو الحسین (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الغاش لرعیۃ والنار، ۳۶۳، دار السلام، الریاض، ط۔ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، ص ۷۳

۲۱ - الترمذی محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، ابو عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، الجامع، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی هدا یا الامراء، ۱۳۳۵، الریاض: دار السلام، ط۔ الاولی، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ص ۳۲۳

۲۲ - ابن سعد، محمد بن سعد الزہری (م ۲۴۰ھ)، الطبقات الکبریٰ المعروف طبقات ابن سعد، بیروت (لبنان): دار بیروت، ط۔ ن، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء، ۳/۲۸۲

۲۳ - بجٹ تقریر ۲۰۱۱-۲۰۱۲ء (ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ)، ص ۵؛

http://www.finance.gov.pk/budget/Final_Budget_Speech_11_12_urd_u.pdf retrieved 6 -07- 2013

- ۲۴ - Changing Perceptions, Altered Reality Pakistan's Economy under Musharraf, 1999-2006, Karachi: Oxford University Press, Ed: 1st., 2007, p. 31

۲۵ - ظہر ۲۰: ۱۲۴

* عام الرماد اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ زمین بارش کی قلت کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اس کارنگٹ راگھ کی مانند ہو گیا تھا، دوسری وجہ ہوائیں مٹی کی راگھ کی طرح اڑتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت کا قحط تھا۔

۲۶۔ الطبقات الکبریٰ، ۳/۳۲۲

۲۷۔ ابن تیمیہ، احمد بن شہاب الدین، ابو العباس، تقی الدین (م ۷۲۸ھ)، المحسبۃ فی الاسلام، القاہرہ (مصر)، المطبعة السلفية و مکتبہتھا، ط۔ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ، ص ۲۰-۲۱

۲۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ فروری ۲۰۱۳ء

۲۹۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، ۱۶ مارچ ۲۰۱۳ء

۳۰۔ الانعام ۶: ۱۵۱

۳۱۔ الترمذی، الجامع / السنن، ابواب البیوع، باب ما جاء فی التغلظ فی الکذب، ۱۲۰۷، ص ۲۹۴

۳۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب ظہر المؤمن

حمی الان فی حد و حق، ۶۷۸۵، الریاض: دار السلام، ط۔ الثانیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء، ص ۱۱۷۰

۳۳۔ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، ابو الحسن (م ۲۷۹ھ)، فتوح البلدان، بیروت

(لبنان): دار الکتب العلمیہ، ط۔ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ص ۱۳۳

۳۴۔ الطبقات الکبریٰ، ۳/۲۹۳-۲۹۴

۳۵۔ القطری، محمد بن جریر، ابو جعفر (م ۳۱۰ھ)، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری، مطبعة

الاستقانة، بیروت (لبنان): دار الکتب العلمیہ، ط۔ الثانیہ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ء، ۵۶۷/۲

۳۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام و لا حکام

والمبايعة، ۲۷۱۲، ۲۷۱۱، ص ۴۴۳

۳۷۔ المختصر ۶۰: ۱۰

۳۸۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو، ابو الفداء، عماد الدین (م ۷۷۷ھ)، تفسیر القرآن العظیم المعروف

تفسیر ابن کثیر، الریاض: دار السلام، ط۔ الثانیہ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء، ۴۵۱/۴؛ القرطبی، محمد بن احمد،

ابو عبد اللہ (م ۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن المسمی تفسیر القرطبی، قاہرہ (مصر): دار الحدیث،

ط۔ ن، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء، ۳۱۳/xviii/۷

۴۰ - Daily Time, 28 July 2013

البقرة ۲: ۱۲۶ - ۴۱

تاریخ الامم والملوک، ۵۶۵/۲ - ۴۲

۴۳ - Pakistan in 2008: Moving beyond Musharaf, Asian Survey, USA: University of California Press, Vol: 49, No: 1 (Jan-Feb 2009), p. 24

۴۴ - Pakistan Economic Survey, Statistical Appendix, Table 10.1; http://finance.gov.pk/survey_1213.html retrieved 28-12-2013

۴۵ - Ibid 2012-13, Social Indicator, pp. 5-6

۴۶ - Education Reform in Pakistan, Washington, D.C.: Congressional Research Service, Dec 2004, CRS report number: RS22009, p. CRS-2

; <http://fpc.state.gov/documents/organization/40145.pdf> retrieved 10-05-2013

۴۷ - Pakistan Economic Survey 2012-13, Social Indicator, pp. 5-6

۴۸ - Ibid, Statistical Appendix, Table 11.1-11.2.

البقرة ۲: ۲۰۸ - ۴۹